

اتحاد: الرسالہ کے فکری تناظر میں ایک تفصیلی مطالعہ

ماہنامہ الرسالہ میں مولانا وحید الدین خاں کی تحریروں سے ۹۳۰ حوالے ۱۹۷۶-۲۰۲۶

یہ مضمون ماہنامہ الرسالہ (۱۹۷۶-۲۰۲۶) میں مولانا وحید الدین خاں کی تحریروں کے ۹۳ حوالوں کی بنیاد پر AI کی مدد سے مرتب کیا گیا مسودہ ہے۔ ہر بات کے بعد دیا گیا نمبر حوالہ جات میں اس شمارے اور صفحے کی نشان دہی کرتا ہے۔ اشاعت سے پہلے علما کی نظر ثانی ضروری ہے۔

ماہنامہ الرسالہ، جس کے بانی و مدیر مولانا وحید الدین خاں ہیں، کے فکری ذخیرے میں «اتحاد» کا موضوع مرکزی اہمیت کا حامل رہا ہے^۱۔ الرسالہ کی اشاعت کے آغاز یعنی ۱۹۷۶ء ہی سے اس امر پر زور دیا گیا کہ انسانی معاشرے اور مسلم ملت کے مسائل کا اصل حل اتحاد و یکجہتی میں مضمر ہے^۲۔ الرسالہ کے صفحات پر اتحاد کو کسی رسمی مہم، جذباتی نعرے بازی، سیاسی انضمام، یا کانفرنسوں کا نام نہیں دیا گیا، بلکہ اسے ایک عمیق اخلاقی، شعوری اور فکری عمل کے طور پر پیش کیا گیا ہے^{۳، ۱-۵}۔ اس نقطہ نظر کے مطابق حقیقی اتحاد کا راز اختلاف کو مٹانے میں نہیں بلکہ اختلاف کے وجود کو تسلیم کرتے ہوئے باہم جڑنے میں پوشیدہ ہے، جسے «اختلاف کے باوجود اتحاد» کا عنوان دیا گیا ہے^{۶-۸}۔

مفہوم اور تعریف: «اختلاف کے باوجود اتحاد»

الرسالہ میں اتحاد کی جو تفہیم سامنے آتی ہے، اس کی بنیاد اس حقیقت پسندانہ نکتے پر قائم ہے کہ انسانوں کے درمیان اختلاف کا پیدا ہونا عین فطری ہے^{۹، ۶}۔ الرسالہ کا واضح اصول ہے کہ: «اختلاف کے باوجود متحد ہونے کا نام اتحاد ہے نہ کہ اختلاف کے بغیر متحد ہونے کا»^{۱۰، ۴، ۶}۔ دنیا میں یہ ممکن ہی نہیں کہ لوگوں کے درمیان تنقید، شکایت اور آراء کا فرق پیدا نہ ہو، کیونکہ اختلاف انسانی زندگی اور اس کی فطرت کا ناگزیر حصہ ہے^{۱۱، ۹، ۷}۔

الرسالہ کے نزدیک عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ جب تک اختلاف کو جڑ سے نہیں مٹایا جائے گا، اتحاد قائم نہیں ہو سکتا^۷۔ اس مفروضے کو غیر فطری اور ناقابل عمل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ فطرت سے لڑ کر کبھی کوئی جیت نہیں سکتا اور اختلاف کو مٹانے کی کوشش ہمیشہ کاؤنٹر پروڈکٹو (counter-productive) ثابت ہو کر اختلاف کو مزید بڑھا دیتی ہے^{۱۲، ۸-۱۳}۔ لہذا قابل عمل اور درست اصول یہ ہے کہ: «اختلاف کو گوارا کرو تا کہ اتحاد قائم ہو»^{۱۳، ۱۱-۱۶}۔ مولانا کے نزدیک اتحاد کا مطلب یہ ہے کہ رائے کے دائرے میں اختلاف باقی رہے، مگر سماجی اور عملی تعلقات میں مکمل اتفاق برقرار رکھا جائے^{۱۸، ۱۷}۔ اسے انگریزی مقولے «Let's agree to disagree» یا «we agree to differ» (ہم نے اس بات پر اتفاق کر لیا ہے کہ ہمارے درمیان اختلاف ہے) سے تعبیر کیا گیا ہے^{۱۹، ۵-۲۲}۔

اس کے علاوہ یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اتحاد سے مراد «دعوتِ انضمام» (merger) نہیں ہے، کیونکہ تمام لوگوں کو صد فی صد اپنا ہم خیال بنا کر یکساں سوچ میں ڈھالنا ناممکن ہے^{۸۰۵}۔ انضمام کی بنیاد پر سوچنے سے صرف انتشار جنم لیتا ہے، جبکہ حقیقی اتحاد یہ ہے کہ امورِ اختلافی کو پس پشت ڈال کر صرف «امورِ اتفاقی کو مدار» بنایا جائے^{۲۴،۲۳،۲۰،۱۹}۔

قرآن، سنت اور اسلامی روایات کی روشنی میں اتحاد

الرسالہ کے مختلف شماروں میں قرآن و سنت اور اسلامی روایت کے کثیر دلائل سے اتحاد اور اختلاف کے توازن کو واضح کیا گیا ہے۔

۱. **قرآنی تعلیمات اور صبر: **سورۃ انفال کی آیت ۴۶ کے حوالے سے یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے^۹۔ جب انسانوں میں اختلاف پیدا ہو تو جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں وہ حق کی وضاحت کے بعد ضد کے بجائے اختلاف کو ختم کر دیتے ہیں، یا اسے اپنے ذہن تک محدود رکھتے ہیں اور معاشرے میں عناد اور فساد پیدا نہیں ہونے دیتے^۹۔ دوسری طرف سورۃ حج (آیت ۷۸) کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو شہادت علی الناس اور دعوت دین کے لیے چنا گیا ہے، اور اسی ضمن میں «وَأَعْتَصِمُوا بِآلِهِ» (اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو) کا حکم دیا گیا ہے^{۲۶،۲۵}۔ الرسالہ کے مطابق دعوت اور اتحاد میں گہرا ربط ہے؛ دعوت الی اللہ کے مشن سے اتحاد پیدا ہوتا ہے اور باہمی اتحاد مسلمانوں کو دعوتی ذمہ داری کی موثر ادائیگی کے قابل بناتا ہے^{۲۶،۲۵}۔ اسی طرح قرآن کی اصطلاح «مجادلہ احسن» (سورۃ نحل ۱۲۵) کی تشریح میں لکھا گیا ہے کہ جب دو افراد کنڈیشننگ سے اوپر اٹھ کر خالص ریزن اور دلائل پر تبادلہ خیال کریں تو اسے مجادلہ احسن کہتے ہیں جس سے مثبت نتیجہ نکلتا ہے^{۲۷}۔ جہاں تک جماعتی تفرقے کا تعلق ہے، الرسالہ نے واضح کیا کہ اسلام میں امت کے مجموعے سے جڑے رہنے کا حکم دیا گیا ہے اور کسی کو بھی فرقہ بندی یا تفرقہ برپا کرنے کی اجازت نہیں^{۲۸}۔

۲. **احادیث نبوی کی تعبیر: **احادیث کے ضمن میں امام ترمذی کی کتاب الفتن سے منقول روایت «مَنْ شَذَّ شَذَّ إِلَى النَّارِ» (جو شخص اجتماعیت سے الگ ہوا، وہ آگ میں جائے گا) کو نقل کر کے مولانا

نے واضح کیا کہ اس سے مراد »نفسیاتِ اختلاف« ہے، یعنی اپنی رائے کو برتر سمجھ کر انتشار پھیلانا اور اتحاد کو پارہ پارہ کرنا ایسی خرابی ہے جس کا کوئی عذر خدا کے ہاں قابلِ قبول نہیں^{۲۹}۔

حدیث میں امت کے ۳ فرقوں میں بٹنے کا جو ذکر آیا ہے (افترقت الیہود... وستفرق امتی علی ثلاث وسبعین فرقة)، اس پر الرسالہ میں المقبل کی کتاب »العلم الشامخ« کے حوالے سے بحث کی گئی ہے کہ روایات کثرت سے ہیں، لیکن اکثر لوگوں نے اسے محض حسابی گنتی کے معنی میں لے لیا ہے^{۳۰}۔

ایک اور اہم روایت »اِخْتِلَافُ اُمَّتِي رَحْمَةً« کی تشریح کرتے ہوئے الرسالہ میں بارہا لکھا گیا ہے کہ اس کا تعلق انتشار سے نہیں بلکہ اختلافِ رائے (dissent) سے ہے^{۳۱-۳۳}۔ اختلافِ رائے انسان کے بند ذہن کو کھولتا ہے، سوچ میں جمود پیدا نہیں ہونے دیتا اور ذہنی ارتقا کا باعث بنتا ہے^{۳۱-۳۳}۔ نیز کتاب الفتن کی وہ احادیث جن میں بعد کے ادوار میں حکام کے بگاڑ کے باوجود ان سے ٹکراؤ کے بجائے صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے، انہیں الرسالہ میں نظم اور اتحاد کے بقا کا ذریعہ بتایا گیا ہے^{۳۴}۔

۳. **فقہی اور اسلاف کی روایت: ** الرسالہ میں امام شافعی کے اس تاریخی واقعے کو بطور مثال نقل کیا گیا ہے جس میں انہوں نے ایک مسئلے پر سخت بحث کے بعد اپنے مخاطب کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا: »أَلَا يَسْتَقِيمُ أَنْ نَكُونَ إِخْوَانًا وَإِنْ لَمْ تَتَّفِقْ فِي مَسْأَلَةٍ« (کیا یہ بات بہتر نہ ہوگی کہ ہم بھائی بھائی بن کر رہیں، خواہ کسی مسئلے میں بھی ہمارے درمیان اتفاق پیدا نہ ہو سکے)^{۳۵، ۳۶}۔ اس واقعے سے یہ واضح کیا گیا کہ اسلاف کے ہاں اختلافِ رائے کا احترام موجود تھا اور وہ مسئلے کو علمی انداز میں دیکھتے تھے نہ کہ ذاتی عناد کی شکل میں^{۳۵، ۳۶}۔ اسی طرح عباسی دور میں جب متکلمین کی مو شگافیوں سے تکفیر کا فتنہ پھیلا تو علمائے امت نے متفقہ طور پر اصول وضع کیا کہ »لَا نَكْفِرُ أَحَدًا مِنْ أَهْلِ الْقِبْلَةِ« (ہم قبلہ رخ نماز پڑھنے والے کسی بھی شخص کی تکفیر نہیں کریں گے)، جس نے امت کو مکمل بکھراؤ سے بچایا^{۳۷، ۳۸}۔

تاریخی، خاندانی اور عملی تمثیلات

الرسالہ میں اتحاد کے موضوع کو واضح اور قابلِ فہم بنانے کے لیے تاریخ، خاندانی زندگی اور روزمرہ مشاہدات سے متعدد مثالیں دی گئی ہیں۔

*** صلح حسن اور عام الجماعت: ** سن ۴۱ ہجری میں حضرت حسن بن علی کا حضرت معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو جانا الرسالہ میں اتحاد کا درخشاں ترین نمونہ قرار دیا گیا ہے ۲، ۳۹، ۴۰۔ حضرت حسن چونکہ اقتدار کی ہوس سے پاک تھے، انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ خلافت پر اصرار امت کے انتشار میں اضافے کا باعث بنے گا ۲، ۴۰۔ چنانچہ ان کے ایک قدم چھپھٹنے کی بدولت وہ سال جس میں تیسری بڑی خونریزی کا خدشہ تھا، تاریخ میں «عام الجماعت» (اتحاد کا سال) بن گیا اور مسلمانوں کی منتشر توانائی اشاعتِ اسلام میں لگ گئی ۳۹۔ الرسالہ لکھتا ہے کہ: «چھپھٹنا سب سے بڑی بہادری ہے» ۳۹۔

*** صلح حدیبیہ: ** ۶۲۸ء کی صلح حدیبیہ کو الرسالہ میں کامیاب «ڈفرنس مینجمنٹ» (Difference Management) کی بہترین مثال قرار دیا گیا ہے، جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یکطرفہ شرائط مان کر ٹکراؤ سے گریز کیا اور امن کی راہ ہموار کی ۳۴، ۴۱۔

*** رسی کی لڑیوں کی تمثیل: ** باپ اور دس بیٹوں کا قصہ بیان کیا گیا ہے جس میں باپ نے بیٹوں کو رسی کا ایک بندل توڑنے کو دیا جسے کوئی نہ توڑ سکا، لیکن جب اس کی دس لڑیاں الگ الگ کر دی گئیں تو ہر ایک نے آسانی سے انہیں توڑ ڈالا؛ اس سے یہ سبق دیا گیا کہ یکجا لڑیوں میں طاقت ہے اور انتشار میں بربادی ۴۲۔

*** خاندانی زندگی کا نمونہ: ** مولانا نے بارہا لکھا کہ جس طرح ایک خاندان میں مختلف المزاج لوگ اور بھائی خیالات کے شدید فرق کے باوجود ایک چھت تلے محبت و رواداری سے رہ لیتے ہیں اور کوئی بھائی اپنے اختلاف کی بنیاد پر خاندان کو نہیں توڑتا، بالکل اسی طرح ملت اور ملک کے مختلف طبقات کو بھی خاندانی اصول پر رواداری سے رہنا چاہیے ۱۲، ۴۳-۴۵۔

*** سماجی اور تجارتی شعبہ: ** ریلائنس کمپنی کے بانی دھیرو بھائی امبانی کے انتقال کے بعد مکیش امبانی اور انل امبانی کے درمیان پیدا ہونے والے تنازع کی مثال دیتے ہوئے الرسالہ بتاتا ہے کہ کسی بھی ادارے میں ایک شخص کو چیئر مین بننا ہوتا ہے اور دوسروں کو ماتحت کردار (subordinate role) قبول کرنا پڑتا ہے؛ جہاں لوگ اس تنظیمی حیثیت کو ماننے سے انکار کر دیں، وہاں اتحاد پارہ پارہ ہو جاتا ہے

نماز اور حج کی تمثیل: مسجد میں باجماعت نماز اجتماعیت کی روزانہ کی اعلیٰ تمثیل ہے، لیکن باہر کی دنیا میں یہ اجتماعی روح اس لیے نظر نہیں آتی کیونکہ مسجد میں کوئی اختلاف برداشت نہیں کرنا پڑتا جبکہ باہر قدم قدم پر برداشت کی ضرورت ہوتی ہے^{۱۰}۔ اسی طرح حج کو عالمی اتحاد اور ڈفرنس بینجمنٹ کی سالانہ تمثیل قرار دیا گیا ہے، جہاں کعبہ کا طواف انسان کو اپنی انا اور انفرادی بڑائی کو ایک مرکز کے حق میں قربان کرنے کا سبق دیتا ہے^{۳۷-۳۹}۔

مولانا وحید الدین خاں کی فکر میں اتحاد کا مقام

مولانا وحید الدین خاں کی مجموعی فکری عمارت میں اتحاد کو ثانوی نہیں بلکہ بنیادی حیثیت حاصل ہے۔

۱. ***اجتماعی زندگی کی اولین شرط:*** الرسالہ کے مطابق: «اجتماعی زندگی میں ہر دوسری چیز کی اہمیت اتحاد کے بعد ہے۔ ہر اہم چیز اس وقت غیر اہم بن جاتی ہے جب کہ اس کو حاصل کرنے کے لئے اتحاد و اتفاق کی قیمت دینی پڑے»^{۵۰}۔ اجتماعی کوشش کے بغیر کوئی بھی بڑا دعوتی یا فکری کام سرانجام نہیں دیا جاسکتا^{۵۱}۔

۲. ***بے نفسی اور تقویٰ:*** الرسالہ واضح کرتا ہے کہ اتحاد کسی نعرے یا بیرونی دباؤ کا نتیجہ نہیں ہوتا، بلکہ وہ بے نفسی اور خوفِ خدا کا لازمی ثمرہ ہے^{۵۲-۵۴}۔ مولانا کے نزدیک: «جاہ طلبی اختلاف پیدا کرتی ہے اور اسلام طلبی اتحاد»^{۵۵، ۵۶}۔ جب ہر شخص خود کو کرسی پر بٹھانا چاہے تو تصادم ناگزیر ہو جاتا ہے، لیکن اگر مقصدِ اصلی اسلام اور رضائے الہی ہو تو اتحاد قائم ہو جاتا ہے^{۵۵، ۵۶}۔ جب دلوں سے اللہ کا خوف نکل جائے تو حسد، ذاتی مفادات، نفسانیت اور بدخواہی معاشرے کو کھوکھلا کر دیتی ہے^۴۔
۵۲، ۵۳۔

۳. ***رائے کی قربانی:*** اجتماعیت کا راز یہ ہے کہ افراد سنانے کے بجائے سننے کا ظرف پیدا کریں، دوسروں کی صلاحیتوں کا اعتراف کرتے ہوئے پچھلی نشست پر بیٹھنے کو تیار ہوں، اور اپنے اندر «رائے کی قربانی» کا حوصلہ پیدا کریں؛ اس کے بغیر باہمی رشتہ قائم نہیں رہ سکتا^{۵۱، ۵۷، ۵۸}۔

۴. ***سیاسی مہم جوئی سے گریز اور دعوت کا مرکز:*** مولانا کے نزدیک مسلمانوں میں تفریق و انتشار کی سب سے بڑی وجہ ان کی احتجاجی، مطالبات پر مبنی اور برسرِ اقتدار گروہوں سے ٹکراؤ والی سیاست

رہی ہے ^{۶۰،۵۹،۲۳}۔ الرسالہ نے واضح کیا کہ اسلام کو مادی اور سیاسی نزاعات کے بجائے اخروی اور دعوتی مشن کے طور پر لیا جائے تاکہ داخلی اور خارجی محاذ پر کشمکش ختم ہو اور اتحاد قائم ہو سکے ^{۶۳}۔ قائم شدہ حکومتوں کے خلاف خروج اور بغاوت سے اسلاف نے ہمیشہ گریز کیا اور صرف خیر خواہانہ نصیحت کی روش اپنائی ^{۶۲،۲۳}۔

۵. ****رواداری اور تالیفِ قلب:** الرسالہ میں رواداری (tolerance) کو سیکولر اور تالیفِ قلب کو مذہبی اصطلاح قرار دے کر واضح کیا گیا کہ تالیفِ قلب یکطرفہ خیر خواہی پر مبنی ہوتی ہے اور دوسرے کو اس کے اختلاف سمیت قبول کرنے کا حوصلہ بخشتی ہے ^{۶۳،۶۴}۔ نیز یہ نظریہ بھی پیش کیا گیا کہ «مذہب کی وحدت» یا کلچرل انٹیگریشن (تہذیبی یکسانیت) کا دعویٰ نہ تو فطری ہے اور نہ ممکن، اصل مطلوب «اہل مذہب کے درمیان باہمی احترام» اور رواداری ہے ^{۶۴-۶۵،۲۲،۲۱}۔

عملی ہدایات اور اصول برائے اتحاد

الرسالہ میں اتحاد کے قیام کے لیے محض نظری بحث نہیں کی گئی بلکہ اس کے لیے متعین اور قابلِ عمل اصول فراہم کیے گئے ہیں۔

**** ایک کی پیروی، سب کا احترام (Follow one, respect all):** ^{**} مسلکی اور فقہی اختلافات کے حل کے لیے مولانا نے یہ سنہری فارمولا پیش کیا کہ ہر شخص اپنے مسلک یا طریقے پر اخلاص سے قائم رہے، مگر دوسروں کے مسالک کا دل سے احترام کرے اور یہ سمجھے کہ یہ اختلاف دراصل تنوع (diversity) ہے ^{۶۸،۴۱}۔

**** غلو سے اجتناب:** الرسالہ کے نزدیک تفرقے اور فرقہ بندی کی اصل جڑ «غلو» (extremism) ہے؛ یعنی یہ سمجھنا کہ صرف ہم حق پر ہیں اور باقی سب باطل ہیں جنہیں مٹ جانا چاہیے ^{۶۹،۶۸،۴۱}۔ جب تک اعتدال نہ آئے اور غلو ختم نہ ہو، اتحاد ممکن نہیں ^{۶۹،۶۸}۔

**** ردِ عمل اور اشتعال انگیزی سے دوری:** ^{**} سڑکوں پر ہونے والے جذباتی نعروں اور اشتعال انگیز ردِ عمل کو فساد اور انتشار کی جڑ قرار دیا گیا ^{۷۰-۷۲}۔ فرقہ وارانہ فسادات سے بچنے کے لیے یکطرفہ اعراض، صبر و تحمل اور خاموشی کا رویہ اختیار کرنے کی تاکید کی گئی ^{۷۲،۷۳}۔

**** باہمی گفت و شنید اور مکالمہ (Discussion & Dialogue): **** فکری اختلاف کو مخالفت یا عناد بنانے کے بجائے علمی انداز میں دیکھنے کی تاکید کی گئی تاکہ ڈسکشن سے ذہنی ارتقا جاری رہے ^{۱۷، ۱۸، ۲۷}۔

۷۵، ۳۱۔

**** قومی اور ملی اصلاحی نکات: **** الرسالہ نے مسلم معاشرے کی اصلاح کے لیے نکات پیش کیے جن میں سو فیصد تعلیم کا حصول، معاشی حالت کی درستی، سادہ زندگی، احتجاجی سیاست کے بجائے تعمیری سیاست کا فروغ، غیر جذباتی قیادت کی پیروی، اور باہمی اشتراک شامل ہیں ^{۶۷}۔ اسی طرح ہندو مسلم تعلقات میں بھائی چارہ قائم کرنے کے لیے امن کمیٹیوں کے قیام کی تلقین کی گئی ^{۷۷}۔

زمانی ارتقا: الرسالہ کے ادوار میں اتحاد کے موضوع کا تسلسل

الرسالہ کے مطالعے سے واضح ہوتا ہے کہ اتحاد کا تصور ۱۹۷۶ء سے لے کر ۲۰۲۶ء تک کس طرح مختلف ادوار کے تناظر میں مسلسل ابھرتا اور نکھرتا رہا۔

ابتدائی دور (۱۹۷۶ء تا ۱۹۸۵ء): تنظیمی و فکری بنیادیں

رسالے کے ابتدائی برسوں میں بنیادی فکر اور امت کی اخلاقی کیفیت پر توجہ دی گئی ^{۱، ۲، ۶۱}۔ ۱۹۷۶ء میں حضرت حسن کی صلح کو بطور ماڈل پیش کر کے چھپھٹنے کو بہادری قرار دیا گیا ^۲۔ ۱۹۷۷ء میں مسلم ممالک کے درمیان سیاسی نزاعات سے بالاتر ہو کر «مقصدی یگانگت» اور صبر کی تعلیم دی گئی ^{۹، ۶۱}۔ ۱۹۷۸ء میں ادارے کے مقاصد میں باہمی اتحاد، حقیقی دینی روح اور خیر خواہی کا عزم نمایاں کیا گیا اور اسلامی سیاست کے پر تشدد مظاہر کی مذمت کی گئی ^{۱، ۲۳}۔ ۱۹۸۰ء اور ۱۹۸۱ء کے شماروں میں مفادات پرستی اور جاہ طلبی کو انتشار کا سبب بتایا گیا، اور پہلی بار یہ بات وضاحت سے لکھی گئی کہ: «اختلاف کے باوجود متحد ہونے کا نام اتحاد ہے» ^{۶، ۵۵، ۵۶}۔ اکتوبر ۱۹۸۱ء کے خصوصی ضمیمے میں اتحاد اور اختلاف کے دائرے پر درجنوں مقالات یکجا شائع ہوئے ^{۷۸}۔ ۱۹۸۴ء میں دعوت الی اللہ کو اتحاد کا عظیم ترین قدرتی ذریعہ قرار دیا گیا ^{۲۵، ۲۶}۔

درمیانی دور (۱۹۸۶ء تا ۱۹۹۹ء): فرقہ واریت اور قومی یلچہتی

اس دور میں ملکی حالات، فرقہ وارانہ کشیدگی اور ہندو مسلم فسادات کے پس منظر میں اتحاد کا اطلاق قومی دائرے پر کیا گیا ^{۸۲-۷۹}۔ الرسالہ نے واضح کیا کہ بیرونی طاقتوں کا رونا رونے کے بجائے مسلمانوں کو اپنا اشتغال انگیز رویہ ترک کرنا چاہیے ^{۷۰، ۷۱}۔ ۱۹۸۸ء اور ۱۹۹۲ء میں نیشنل انٹیگریشن کونسل کی مساعی اور کلچرل انٹیگریشن کی بے سود کوششوں کے جائزے کے دوران مولانا نے باہمی احترام اور رواداری پر بنی اتحاد کی وکالت کی ^{۸۳-۸۵، ۶۵}۔ ۱۹۹۲ء میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی کے نظریہ «متحدہ قومیت» اور ۱۹۳۸ء کے اکابر علماء کے مسلک کو قرآن و سنت کا درست ماڈل قرار دیتے ہوئے ہندو مسلم تعلق کو اخوت کی بنیاد پر قائم کرنے پر زور دیا گیا ^{۸۶، ۸۷}۔ ۱۹۹۳ء اور ۱۹۹۹ء تک مولانا نے بارہا یہ نکتہ واضح کیا کہ «مذہب کی وحدت» کے بجائے «اہل مذاہب کے درمیان باہمی احترام» کی ضرورت ہے ^{۲۱، ۲۲}۔

دورِ پختگی (۲۰۰۰ء تا ۲۰۲۰ء): ڈفرنس مینجمنٹ اور فکری وسعت

اکیسویں صدی کے آغاز میں مولانا کے اسلوب میں جدید اصلاحات جیسے «ڈفرنس مینجمنٹ» اور «ذہنی ارتقا» کی اصطلاحات کا استعمال بڑھ گیا ^{۱۷، ۳۱، ۳۲، ۶۷}۔ ۲۰۰۰ء تا ۲۰۰۵ء کے درمیان اس امر کی بار بار تکرار ہوئی کہ اختلاف بذاتِ خود کوئی برائی نہیں بلکہ فطرت کا حصہ اور ارتقا کا زینہ ہے، اور اتحاد جلسوں اور کانفرنسوں سے نہیں بلکہ دلوں کی شعوری بیداری سے حاصل ہوتا ہے ^{۳، ۷، ۱۶، ۶۷، ۶۹}۔ ۲۰۰۶ء تا ۲۰۱۶ء کے شماروں میں صحابہ کرام اور امام شافعی کے مباحثوں کو پیش کر کے دلیل کے ساتھ علمی اختلاف رائے کی آزادی (Dissent) کا دفاع کیا گیا ^{۲۷، ۲۹، ۳۵، ۳۶}۔ ۲۰۱۲ء تا ۲۰۲۰ء کے شماروں میں امت کے زوال کے دور کی نزاکتوں کو سمجھنے اور «ایک کی پیروی، سب کا احترام» کے تحت غلو سے بچنے کی پرزور تعلیم دی گئی ^{۸، ۴۱، ۵۱، ۶۸}۔

مابعد دور (۲۰۲۱ء اور بعد کے شمارے): اثرات اور تسلسل

مولانا وحید الدین خاں کی وفات (اپریل ۲۰۲۱ء) کے وقت الرسالہ کے خصوصی صفحات میں یہ اعتراف کیا گیا کہ مولانا ہندو مسلم اتحاد اور ملکی امن کے عظیم علمبردار تھے جن کی خدمات کے اعتراف میں انہیں قومی یلچہتی اور بین الاقوامی اعزازات سے نوازا گیا ^{۸۸-۹۰}۔ ان کے بعد کے اشاعتی

برسوں (۲۰۲۳ء تا ۲۰۲۶ء) میں بھی الرسالہ نے اختلاف کے تنوع، تالیفِ قلب، اور مولانا مدنی کی متحدہ قومیت کے افکار کو جلی سرخیوں کے ساتھ جاری رکھا، جو اس امر کا ثبوت ہے کہ الرسالہ کے مشن میں اتحاد کی یہ تعبیر اب ایک پائیدار روایت بن چکی ہے ۵، ۳۳، ۳۴، ۹۱-۹۳۔

متعلقہ موضوعات کی فہرست

الرسالہ کے اکتوبر ۱۹۸۱ء اور مارچ ۲۰۲۵ء کے خصوصی انڈیکس اور اشاریوں میں اتحاد اور اختلاف کے ذیل میں جو عنوانات قائم کیے گئے، وہ اس فکر کے متنوع گوشوں کی عکاسی کرتے ہیں ۴۸، ۹۱۔

* «سب سے بڑا اتحاد» ۴۸

* «اختلاف سے بچو» اور «اختلاف کیوں» ۴۸

* «برداشت نہ کرنا» اور «غصہ چھوڑ دیا» ۴۸

* «اتحاد کی قیمت: شخصی جذبات کی قربانی» ۴۸

* «زندگی کا راز: باہمی اتفاق» ۴۸

* «مسجد کا سبق» اور «رسی کا سبق» ۴۸

* «اختلاف اور اتحاد» ۹۱

* «اختلاف ایک فطری معاملہ» اور «اختلاف ایک برکت» ۹۱

* «آرٹ آف ڈفرنس مینجمنٹ» (Art of Difference Management) ۹۱

* «رواداری کا اصول» اور «اختلاف کے باوجود اعتراف» ۹۱

* «تخلیق میں تنوع» اور «ذہنی ارتقا کا ذریعہ» ۹۱

یہ تمام تر مباحث اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ الرسالہ کے ہاں اتحاد کا تصور کسی عارضی سمجھوتے کا نام نہیں بلکہ یہ انسان کی باطنی تعمیر، وسعتِ نظری اور کائنات کے فطری قوانین کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر جینے کا ایک مکمل منشور ہے ۶، ۸، ۱۲۔

حوالہ جات

- ۱۔ الرسالہ، نومبر ۱۹۷۸، صفحہ ۲۴
- ۲۔ الرسالہ، اکتوبر ۱۹۷۶، صفحہ ۲۸
- ۳۔ الرسالہ، اگست ۲۰۰۲، صفحہ ۴۱
- ۴۔ الرسالہ، نومبر ۲۰۰۲، صفحہ ۹
- ۵۔ الرسالہ، نومبر ۲۰۲۳، صفحہ ۲۷
- ۶۔ الرسالہ، جولائی ۱۹۸۰، صفحہ ۲
- ۷۔ الرسالہ، جولائی ۲۰۰۲، صفحہ ۴۶
- ۸۔ الرسالہ، مارچ ۲۰۲۰، صفحہ ۴۶
- ۹۔ الرسالہ، دسمبر ۱۹۷۷، صفحہ ۱۴
- ۱۰۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۰۹، صفحہ ۱۸
- ۱۱۔ الرسالہ، دسمبر ۱۹۹۵، صفحہ ۱۰
- ۱۲۔ الرسالہ، اپریل ۱۹۹۲، صفحہ ۳۱
- ۱۳۔ الرسالہ، اپریل ۱۹۹۴، صفحہ ۳۵
- ۱۴۔ الرسالہ، فروری ۲۰۰۴، صفحہ ۲۵
- ۱۵۔ الرسالہ، اگست ۱۹۹۶، صفحہ ۳۴
- ۱۶۔ الرسالہ، نومبر ۲۰۰۰، صفحہ ۳۳
- ۱۷۔ الرسالہ، اکتوبر ۲۰۱۴، صفحہ ۲۳
- ۱۸۔ الرسالہ، مارچ ۲۰۱۶، صفحہ ۲۹
- ۱۹۔ الرسالہ، اپریل ۱۹۸۰، صفحہ ۱۶
- ۲۰۔ الرسالہ، نومبر ۱۹۸۱، صفحہ ۳۴
- ۲۱۔ الرسالہ، جنوری ۱۹۹۳، صفحہ ۲۸
- ۲۲۔ الرسالہ، جولائی ۱۹۹۹، صفحہ ۳۲
- ۲۳۔ الرسالہ، اکتوبر ۱۹۷۸، صفحہ ۲۸
- ۲۴۔ الرسالہ، مئی ۱۹۸۴، صفحہ ۲۹
- ۲۵۔ الرسالہ، جون ۱۹۸۴، صفحہ ۲۵
- ۲۶۔ الرسالہ، جون ۱۹۸۴، صفحہ ۳۰
- ۲۷۔ الرسالہ، جنوری ۲۰۱۶، صفحہ ۳۰
- ۲۸۔ الرسالہ، جنوری ۲۰۰۶، صفحہ ۳۴
- ۲۹۔ الرسالہ، مئی ۲۰۰۷، صفحہ ۳۶
- ۳۰۔ الرسالہ، مئی ۱۹۸۸، صفحہ ۱۶
- ۳۱۔ الرسالہ، فروری ۲۰۱۳، صفحہ ۱۷
- ۳۲۔ الرسالہ، جولائی ۲۰۲۳، صفحہ ۳۷
- ۳۳۔ الرسالہ، مارچ ۲۰۲۵، صفحہ ۳۱
- ۳۴۔ الرسالہ، دسمبر ۲۰۰۳، صفحہ ۶۴
- ۳۵۔ الرسالہ، جولائی ۲۰۱۴، صفحہ ۷
- ۳۶۔ الرسالہ، مارچ ۲۰۱۶، صفحہ ۳۰
- ۳۷۔ الرسالہ، اگست ۱۹۸۰، صفحہ ۲
- ۳۸۔ الرسالہ، مئی ۲۰۰۳، صفحہ ۴۴
- ۳۹۔ الرسالہ، فروری ۱۹۷۸، صفحہ ۲۳
- ۴۰۔ تاریخ کا سبق (کتابچہ)، ۱۹۷۸، صفحہ ۱۱
- ۴۱۔ الرسالہ، اپریل ۲۰۲۱، صفحہ ۳۱
- ۴۲۔ الرسالہ، جون ۱۹۸۱، صفحہ ۹
- ۴۳۔ الرسالہ، جون ۱۹۸۷، صفحہ ۱۹
- ۴۴۔ الرسالہ، اپریل ۱۹۹۳، صفحہ ۲۱
- ۴۵۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۱۸، صفحہ ۴۷
- ۴۶۔ الرسالہ، جون ۲۰۰۵، صفحہ ۲۰
- ۴۷۔ الرسالہ، اکتوبر ۱۹۸۲، صفحہ ۳۴
- ۴۸۔ الرسالہ، اگست ۱۹۸۶، صفحہ ۲۰
- ۴۹۔ الرسالہ، جنوری ۲۰۰۵، صفحہ ۸
- ۵۰۔ الرسالہ، جولائی ۱۹۸۲، صفحہ ۱۰
- ۵۱۔ الرسالہ، جنوری ۲۰۱۲، صفحہ ۷
- ۵۲۔ الرسالہ، اگست ۱۹۸۰، صفحہ ۳۰
- ۵۳۔ الرسالہ، دسمبر ۱۹۸۰، صفحہ ۴۰
- ۵۴۔ الرسالہ، دسمبر ۲۰۰۲، صفحہ ۲
- ۵۵۔ الرسالہ، فروری ۱۹۸۰، صفحہ ۶
- ۵۶۔ الرسالہ، نومبر ۱۹۸۱، صفحہ ۳۰
- ۵۷۔ الرسالہ، اگست ۱۹۷۹، صفحہ ۳۰
- ۵۸۔ الرسالہ، نومبر ۱۹۸۱، صفحہ ۴۷
- ۵۹۔ الرسالہ، اکتوبر ۱۹۷۸، صفحہ ۲۹
- ۶۰۔ الرسالہ، ستمبر ۱۹۸۰، صفحہ ۳۰

- ۷۸۔ الرسالہ، نومبر ۱۹۸۱، صفحہ ۲
 ۷۹۔ الرسالہ، اکتوبر ۱۹۸۶، صفحہ ۳۲
 ۸۰۔ الرسالہ، نومبر ۱۹۸۸، صفحہ ۴۲
 ۸۱۔ الرسالہ، نومبر ۱۹۸۸، صفحہ ۴۴
 ۸۲۔ الرسالہ، نومبر ۱۹۸۹، صفحہ ۱۰
 ۸۳۔ الرسالہ، اپریل ۱۹۹۲، صفحہ ۲۷
 ۸۴۔ الرسالہ، اپریل ۱۹۹۴، صفحہ ۳۱
 ۸۵۔ الرسالہ، فروری ۲۰۰۴، صفحہ ۷
 ۸۶۔ الرسالہ، ستمبر ۱۹۹۴، صفحہ ۵۸
 ۸۷۔ الرسالہ، ستمبر ۱۹۹۴، صفحہ ۵۹
 ۸۸۔ الرسالہ، ۲۰۲۱، صفحہ ۶۸
 ۸۹۔ الرسالہ، ۲۰۲۱، صفحہ ۱۶۱
 ۹۰۔ الرسالہ، ۲۰۲۱، صفحہ ۱۸۷
 ۹۱۔ الرسالہ، مارچ ۲۰۲۵، صفحہ ۱۹
 ۹۲۔ الرسالہ، جولائی ۲۰۲۶، صفحہ ۳۴
 ۹۳۔ الرسالہ، جولائی ۲۰۲۶، صفحہ ۳۵

- ۶۱۔ الرسالہ، اپریل ۱۹۷۷، صفحہ ۶۳
 ۶۲۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۱۷، صفحہ ۳۹
 ۶۳۔ الرسالہ، جون ۲۰۲۰، صفحہ ۴۵
 ۶۴۔ الرسالہ، مارچ ۲۰۲۳، صفحہ ۲۰
 ۶۵۔ الرسالہ، جولائی ۱۹۸۸، صفحہ ۴۰
 ۶۶۔ الرسالہ، جولائی ۱۹۹۲، صفحہ ۸
 ۶۷۔ الرسالہ، نومبر ۲۰۰۰، صفحہ ۱۷
 ۶۸۔ الرسالہ، اپریل ۲۰۲۰، صفحہ ۲۳
 ۶۹۔ الرسالہ، اپریل ۲۰۰۴، صفحہ ۵۸
 ۷۰۔ الرسالہ، ستمبر ۱۹۸۷، صفحہ ۱۰
 ۷۱۔ الرسالہ، ستمبر ۱۹۸۷، صفحہ ۱۳
 ۷۲۔ الرسالہ، دسمبر ۱۹۸۹، صفحہ ۲۵
 ۷۳۔ الرسالہ، ستمبر ۱۹۹۲، صفحہ ۱۳
 ۷۴۔ الرسالہ، مئی ۲۰۰۲، صفحہ ۲۹
 ۷۵۔ الرسالہ، ستمبر ۲۰۰۹، صفحہ ۱۳
 ۷۶۔ الرسالہ، دسمبر ۱۹۹۲، صفحہ ۴۹
 ۷۷۔ الرسالہ، جون ۱۹۹۳، صفحہ ۱۲

کتابیات

- ۱۹۸۷: جون (ص ۱۹)؛ ستمبر (ص ۱۰، ۱۳)
 ۱۹۸۸: مئی (ص ۱۶)؛ جولائی (ص ۴۰)؛ نومبر (ص ۴۲، ۴۴)
 ۱۹۸۹: نومبر (ص ۱۰)؛ دسمبر (ص ۲۵)
 ۱۹۹۲: اپریل (ص ۲۷، ۳۱)؛ جولائی (ص ۸)؛ ستمبر (ص ۱۳)؛ دسمبر (ص ۴۹)
 ۱۹۹۳: جنوری (ص ۲۸)؛ اپریل (ص ۲۱)؛ جون (ص ۱۲)
 ۱۹۹۴: اپریل (ص ۳۱، ۳۵)؛ ستمبر (ص ۵۸، ۵۹)
 ۱۹۹۵: دسمبر (ص ۱۰)
 ۱۹۹۶: اگست (ص ۳۴)
 ۱۹۹۹: جولائی (ص ۳۲)
 ۲۰۰۰: نومبر (ص ۱۷، ۳۳)
 ۲۰۰۲: مئی (ص ۲۹)؛ جولائی (ص ۴۶)؛ اگست (ص ۴۱)؛ نومبر (ص ۹)
 ۲۰۰۹: ستمبر (ص ۳۰)؛ دسمبر (ص ۴۰)

- مولانا وحید الدین خاں، ماہنامہ الرسالہ (اردو)، نئی دہلی۔ اس مضمون میں درج ذیل شماروں سے استفادہ کیا گیا:
 ۱۹۷۶: اکتوبر (ص ۲۸)
 ۱۹۷۷: اپریل (ص ۶۳)؛ دسمبر (ص ۱۴)
 ۱۹۷۸: فروری (ص ۲۳)؛ اکتوبر (ص ۲۸، ۲۹)؛ نومبر (ص ۲۲)؛ دسمبر (ص ۱۱)
 ۱۹۷۹: اگست (ص ۳۰)
 ۱۹۸۰: فروری (ص ۶)؛ اپریل (ص ۱۶)؛ جولائی (ص ۲)؛ اگست (ص ۲، ۳۰)؛ ستمبر (ص ۳۰)؛ دسمبر (ص ۴۰)
 ۱۹۸۱: جون (ص ۹)؛ نومبر (ص ۲، ۳۰، ۳۲، ۴۷)
 ۱۹۸۲: جولائی (ص ۱۰)؛ اکتوبر (ص ۳۴)
 ۱۹۸۴: مئی (ص ۲۹)؛ جون (ص ۳۰، ۲۵)
 ۱۹۸۶: اگست (ص ۲۰)؛ اکتوبر (ص ۳۲)

۲۰۱۶: جنوری (ص ۳۰): مارچ (ص ۲۹، ۳۰)
 ۲۰۱۷: ستمبر (ص ۳۹)
 ۲۰۱۸: ستمبر (ص ۴۷)
 ۲۰۲۰: مارچ (ص ۴۶): اپریل (ص ۲۳): جون (ص ۴۵)
 ۲۰۲۱: ماہ درج نہیں (ص ۶۸، ۱۶۱، ۱۸۷): اپریل (ص ۳۱)
 ۲۰۲۳: مارچ (ص ۲۰): جولائی (ص ۳۷): نومبر (ص ۲۷)
 ۲۰۲۵: مارچ (ص ۱۹، ۳۱)
 ۲۰۲۶: جولائی (ص ۳۴، ۳۵)

۲۰۰۳: مئی (ص ۴۴): دسمبر (ص ۶۴)
 ۲۰۰۴: فروری (ص ۷، ۲۵): اپریل (ص ۵۸)
 ۲۰۰۵: جنوری (ص ۸): جون (ص ۲۰)
 ۲۰۰۶: جنوری (ص ۳۴)
 ۲۰۰۷: مئی (ص ۳۶)
 ۲۰۰۹: ستمبر (ص ۱۳، ۱۸)
 ۲۰۱۲: جنوری (ص ۷)
 ۲۰۱۳: فروری (ص ۱۷)
 ۲۰۱۴: جولائی (ص ۷): اکتوبر (ص ۲۳)